دینی مدارس پر قدامت پسندی کا الزام اور اس کی حقیقت

بنت قاری محمد زبیر شائق

دشمنان اسلام، مغربی مفکرین نے آج جہاں ایک طرف مسلمانوں کے لیے بنیاد پرست، دہشت گرد اور انتہا پسند جیسی اختراعات شروع کر رکھی ہیں، وہیں دوسری طرف یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام محض پندرہ سو سال پرانا مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں، اس زہریلے پروپیگنڈہ کا اثر ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی ایک ایسے طبقے نے جنم لیا ہے جس کے خیال میں ''اہل مدارس جدید دور کے تقاضوں سے واقف نہیں، قدامت پرست ہیں، چند قاعدے پڑھے ہوئے جاہل ہیں۔''

یہ غلط بیانی ان کی انتہائی کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج اسلامی تعلیمات کو دقیانوسی خیالات اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والے انتہائی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ مذہب صرف اسلام ہی ہے، ارشاد ہوا: ''بے شک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے'' (سورۃ آل عمران: ۱۹) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو مذہب اور سائنس دونوں کا نور عطا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی تقریباً ۷۵۶ آیات ایسی ہیں اور قانون کے لیے بھی ہیں جن پر نظام کا مدار ہے۔ Robert L.Gulic اپنی کتاب "Muhammad The Educater" میں علم اور حصول علم پر مبنی آیات اور احادیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں: ''اسلام کے اقوال کو بے فائدہ اور بے مقصد نہیں سمجھنا چاہیے کیوں کہ ان پر عمل کرنے سے ٹھوس نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اسلامی سائنس کی اصل طاقت اس امر میں مضمر ہے کہ یہ بازنطینی اور یونانی واہموں کے برعکس تجرباتی امور پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔'' قرآنی علوم کی انقلابی تاثیرات کا اقرار کرنے والے مسیحی مفکرین کے مقالات اگر جمع کیے جائیں تو پوری کتاب ہو جائے۔

اسلامی علوم پر دقیانوسیت کا لیبل لگانے والے اگر فلسفہ وسائنس کی تاریخ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کے بیشتر نظریات زمانۂ جاہلیت کی یادگار ثابت ہوئے ہیں۔ جب زمانے کے کسی انقلاب نے کسی نظریے کی کایا پلٹی تو وہ اتنا بدنام ہوا کہ منہ سے اس کو نکالنا بھی دقیانوسیت کی علامت بن گیا۔ آج اگر آپ مغربی معاشرے کا جائزہ لیں تو ایک حیران کن امر آپ کے سامنے یہ بھی آئے گا کہ موجودہ سائنس، جس کی تمام تر ترقی شعور انسانی کی بیداری کی مرہون منت ہے بلاشبہ اچھے خوب صورت سامان تو پیدا کر رہی ہے مگر اچھے اور خوب سیرت انسان پیدا کرنے میں پوری طرح ناکام رہی۔ کیوں کہ حسیاتی علم وضع کیا گیا ہے۔ صورت آرائی کے لیے، نہ کہ حقیقت نمائی کے لیے، اس سے حقیقت سازی یا

سیرت نمائی کی توقع باندھنا خلاف موضوع ہے۔ محض ظنی اور غیر یقینی علم کا سہارا لے کر ترقی کرنے والی اقوام اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکی ہیں، جنسی بے راہ روی کا شکار ان معاشروں کی بنیادی اکائی یعنی خاندان کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ہر فرد بے جہت منزلوں کی طرف رواں ہے۔ مقصدیت نام کی کسی چیز کا ان کی زندگی میں عمل دخل نہیں، محض مادی علوم کی روشنی میں ضوابط حیات ترتیب دینے والے معاشرے، اندرونی شکست وریخت کا شکار ہو کر روح کی طمانیت اور قلب کی آسودگی سے یکسر محروم ہو چکے ہیں۔ روحانی اور فکری محرومیوں کے حصار میں الجھے ہوئے افراد اپنی منزل کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں، وہ لوگ بے حیائی و بد دیانتی میں، نفس پروری اور ہزاروں لوگوں کی جانوں سے کھیلنے میں لطف محسوس کرتے ہیں۔ تعصب پسندی کی ایسی فضا ہے کہ کالے گوروں کے ساتھ اور گورے کالوں کے ساتھ سفر نہیں کرتے، مگر اسلام ہر قسم کے تعصب کو مٹاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں کالے اور گورے سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں'' نیز فرمایا کہ ''کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں''۔ ''بے شک اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے''۔ ان لوگوں میں حلال وحرام کی بالکل تمیز نہیں۔ ان کے پاس نہ حلال وحرام کے قوانین ہیں نہ زندگی گزارنے کے اصول۔ مشرکین مکہ کی طرح انھوں نے کچھ چیزوں کو حلال کر دیا ہے اور کچھ کو حرام۔ وہاں کے اکثر باسی تو کتے، خنزیر اور انسانوں تک کو نہیں چھوڑتے، یہی وجہ ہے کہ وہ قوم بے راہ روی کا شکار ہے، جب کہ اس کے برعکس مسلمان مطمئن اور پرسکون ہیں۔ مسلمانوں کے پاس حلال وحرام کے لیے مستقل ضابطہ ہے، ایک بہترین قانون ہے۔ ہمارے نظریات روز روز نہیں بدلتے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سب چیزیں جو انسانی صحت اور اخلاق کے لیے مضر ہیں حرام قرار دے دیں۔

آج بہت سے لادین معاشرے بنیادی انسانی حقوق کا نعرہ بھی بلند کرتے ہیں مگر اسلام نے انسانوں کی جان و مال، عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے جو قانون متعین کیا ہے اور راسخ العقیدہ مسلمانوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اقوام عالم اس کی ادنیٰ سی مثال پیش کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اسلام ہمیں انسانیت کا احترام کرنا سکھاتا ہے یہاں تک کہ ایک ادنیٰ درجے کے خادم کو بھی دن میں ستر مرتبہ معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کہ دوسری طرف زبانی طور پر انسانی حقوق کے علمبردار اپنے مفادات کی خاطر مظلوموں پر ظلم وستم ڈھانے میں بہت سے جاہل اور وحشی قوموں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں، ان کی وحشت اور درندگی زمانہ جاہلیت کا تسلسل اور یادگار ثابت ہوئی ہے۔

قارئین محترم! مذکورہ بالا بیان سے میرا مقصد اسلام اور مغربی افکار کے درمیان تقابلی جائزہ ہرگز نہیں، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ آج بھی لادین اور محض سائنسی علوم پر انحصار کرنے والے معاشروں میں وہ سب برائیاں پائی جاتی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں پائی جاتی تھیں۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے جہالت نے لوگوں سے خیر وشر کی تمیز اٹھا دی تھی۔ خالق و مخلوق کا فرق مٹا دیا تھا، اخلاقی بے اعتدالیوں اور افراط وتفریط کی بدولت، نہ ان میں حیا رہی تھی، نہ غیرت، نہ ہمدردی تھی نہ مروت، نہ ایثار نہ تواضع، نہ صبر وشکر، نہ اعتماد، ہاں دن رات ان کا شیوہ تھا، تفاخر واتراہٹ، بے رحمی وظلم، شیخی

ورعونت، بے حجابی و بے باکی، خودستائی وہوسناکی...... اوران بداخلاقیوں سے جن بداخلاقیوں کا ظہور ہوتا ہے وہ لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت، زنا وشراب، جوااور قمار، قتل اولاد وغیرہ تھیں۔ سوچنے کا مقام ہے آخراس تاریک دل، تاریک پیکراور تاریک کردار قوم سے ظلمت اخلاق کو کس نے دور کیا؟ وہ کس کا خلق عظیم تھا، وہ کون سا اسوہ حسنہ تھا؟ جس کی وجہ سے زندگیاں منظم ہوئیں۔ وہ کون سا علم تھا جس کے قوانین پر عمل کرنے سے حلال وحرام، جائز وناجائز اور روا وناروا کا امتیاز ہوا؟ ظاہری بات ہے وہ خلق عظیم، وہ اسوۂ حسنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی اور وہ قانون جس سے عمل کی حدود واشگاف ہوئیں اور پوری قوم میں وقار وشوکت اور مادی وروحانی طاقت کے ہمہ گیر آثار پیدا ہوئے وہ قرآن مجید تھا۔ اگر آپ کے پاس انصاف کے پیمانے موجود ہیں تو کسی پر کوئی لیبل لگانے سے پہلے تجزیہ ضرور کیجیے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج کے لادین معاشرے پھر ان جراثیم کا شکار ہو چکے ہیں جو آج سے پندرہ سو سال پہلے اقوام کے قومی جسموں میں گھسے ہوئے تھے؟ جب کہ اسلام ان سے روکتا ہے، پھر آپ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کیجیے، کیا قدامت پسند وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یونی ورسٹی کے سند یافتہ ہیں یا وہ جن کے نظریات زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں؟

☆☆☆

بابرکت نکاح

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی معتبر کتاب مشکوٰۃ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت محدث بیہقی کی شعب الایمان کے حوالے سے نقل ہوئی ہے: قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ (کتاب النکاح باب اول فصل ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جو محنت کے لحاظ سے آسان ترین ہو۔

سن لیا آپ نے کہ سرور سردار کا ارشاد کیا ہو رہا ہے نکاح بہترین وہ نہیں جو خوب دھوم دھام سے کیا جائے، جس میں دل کے حوصلے جی بھر کر نکالے جائیں، جس میں روشنی ہو، آتش بازی ہو، نام ونمود کی نمائش، مسرفانہ غیر اسلامی رسموں پر ہزاروں لاکھوں لٹا دیے جائیں۔ ناچ رنگ کی محفلیں جمیں یا کم سے کم فلمی یا غیر فلمی، نیم فحش وعریاں گانوں کے ریکارڈوں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے؟ بہترین تقریب عقد وہ ہے جو بالکل سادہ طریقہ سے انجام دی جائے۔ بغیر مشقت میں ڈالنے والے جھمیلوں اور مسرفانہ ومشرکانہ رسوم کی منزلوں سے گزرنے کے۔ اس ایک چھوٹی سی آسان حدیث پر امت کا اگر آج عمل ہو جائے تو اپنے ہاتھوں کی لائی ہوئی کتنی عصبیتوں اور زحمتوں سے نجات ہو جائے۔ محفل آرائی کے لیے سامان دوسروں کے ہاں سے مانگ کر لانے کی ذلت، قرضہ داری کا چکر، تقریب کے دنوں میں شدید جسمانی محنت اور تکان۔ آپس کی رنجشیں اور بدمزگیاں، غرض دنیا اور آخرت کے کتنے ہی مخمصے اور مواخذے بس ایک دم سے ختم ہو جائیں! کیا زمانہ کا انقلاب ہے۔ شرافت اور بڑائی کا معیار اب امت کا حدیثِ رسول پر عمل کرنا نہیں بلکہ ٹھیک اس کے برعکس طرز عمل اختیار کر لینا عین اس کی مخالفت کرنا ہی اپنے لیے ٹھہرا لیا ہے۔

(مولانا عبدالماجد دریابادی)